

سالانہ وارثی کے قوانین و ضوابط کی روشنی میں سالانہ وارثی کے مسائل و مسائل کے حل

ایک عظیم واکریم مرشد و مربی
سرکار عالم پشاور
سیدنا حاجی وارث علی شاہ
قدس سرہ العزیز

مقالہ نگار

قاضی محمد ریگس احمد قادری
ڈاکٹر قاضی تنویر وارث وارثی

با اہتمام: وارثی ویلفیئر ٹرسٹ سنگھوئی۔ جہلم (پاکستان)



حضرت سید

عبدالسلام

مرف میاں ہالکا اپوکر

رحمتہ اللہ علیہ

یادداشت
حق واداشت



حضرت خواجہ

سید منیر علی شاہ

وارثی چشتی اجمیری

رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر

عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ

ایف بی گروپ

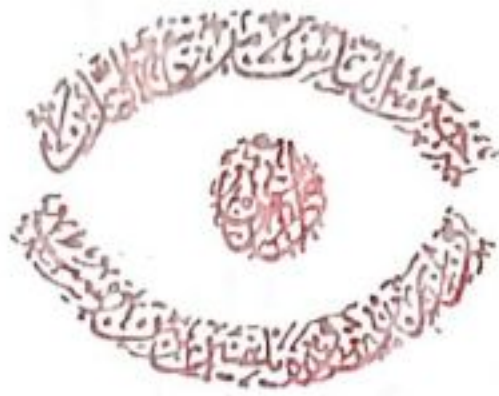
عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ کی ایک بہترین کاوش
وارثی کتب اب پی ڈی ایف میں آپ سب وارثیوں کے لیے۔

منجانب : رمیز احمد وارثی

جو لوگ سلسلہ کی کتب جو پی ڈی ایف والی پڑھنا چاہتے ہیں
تو اس نمبر پر رابطہ کریں۔

923101157013

وارثی ویلفیئر ٹرسٹ



اغراض و مقاصد

وارثی ویلفیئر ٹرسٹ (سنگھائی، جملہ) کے قیام کا مقصد تمام تر سیاسی، مذہبی اور سماجی تعصبات سے بالا ہو کر بے سارا مفلس و نادار افراد کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی، تعلیمی اور مذہبی ہر قسم کی امداد کے لئے ایک منظم و مستحکم اور فعال ادارے کو عوام میں متعارف کرانا ہے تاکہ اس کے زیر اہتمام

- ۱۔ عوام میں خدمت خلق اور فلاح عامہ کے جذبے کو بیدار کیا جائے۔
- ۲۔ مفلس و نادار طلباء طالبات کی حصول علم کے لئے ہر قسم کی معاشی، تعلیمی اور اخلاقی امداد کی جائے۔
- ۳۔ مفلس و نادار مریضوں کی طبی امداد کی جائے۔
- ۴۔ لاوارث مفلس و نادار افراد کو ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے بھرپور تعاون کیا جائے۔
- ۵۔ مفلس و نادار افراد کی شادی / غم کے موقع پر حسب استطاعت مالی اور اخلاقی معاونت کی جائے۔
- ۶۔ عوامی مسائل کے حل کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔
- ۷۔ وارثی ویلفیئر ٹرسٹ کے استحکام اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نیز بے روزگار اور بے کار افراد کو معاشرے کا فعال کردار بنانے کے لئے ایک وقف کاروباری ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے۔

----- انشاء اللہ العزیز -----

اغراض و مقاصد

ٹرسٹ میں شمولیت کی واحد شرط ہر قسم کے سیاسی، مذہبی اور سماجی تعصبات سے بالا ہو کر محض خدا اور رسول خدا کی رضا کی خاطر مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ ہے۔

سالانہ وارث کے ہائی سپریم وارث کی شاہ کے صد سالہ یوم وصال پر خصوصی پیشکش

ایک عظیم و کرم مرشد و مربی
سرکار عالم و پشام
سیدنا حاجی وارث علی شاہ
قدس سرہ العزیز

مقالہ نگار

قاضی محمد رفیع احمد قادری
ڈاکٹر قاضی تنویر وارث شاہ

با اہتمام: وارثی ویلفیئر ٹرسٹ سنگھوتی۔ جہلم (پاکستان)

پروردگارِ عالم

سرورِ دینِ رحمتِ کونین کے صدقے
سیدی مولا علیؑ و فاطمہؑ، حسنینؑ کے صدقے
غوثِ اعظمؒ، خواجگانِ چشتؒ و داتا گنج بخشؒ
قبلہ عالمِ دستگیر و وارثِ ثقلین کے صدقے
صد شکر رکھ لی لاج میرے اشکِ ندامت کی
ایسے ہمنامِ خداوارثِ کریمین کے صدقے

(راشد عزیز وارثی)

انتساب

اپنے جدِ امجد

حضرت حافظ قاضی رکن عالم چشتی نظامی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام

کہ جو ایک عالم باعمل اور درویش کامل تھے۔ خواجہ خواجگان
شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ
العزيز کے دامن گرفتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے دور میں
آفتابِ ولایت سیدنا حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز
دورانِ سفر حج سنگھوئی (جہلم) تشریف لائے۔ آپ کو شرفِ
مہمانداری بخشا اور آپ کے ہاں تین روز تک رونق افروز
رہے۔ آپ ہی کے طفیل آج ہم وارثی ہیں۔

ضرورت و اہمیت مرشد

از قلم: قاضی محمد رئیس احمد قادری سروری
فیض یافتہ دربار گہر بار حضرت سلطان باہو
آستانہ عالیہ قاضی صاحب تخت پڑی (راولپنڈی)

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم اياته و
يزكيهم و يعلمهم الكتاب و الحكمة و ان كانوا من قبل لفى ضلل مبين ۝
ترجمہ: یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول
انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور
سنت۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ (جمال القرآن)
مذکورہ بالا آیت کریمہ میں جن چار فرائض نبوت کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے تزکیہ نفس کی
حیثیت انتہائی اہم ہے۔ انبیاء علیہم السلام تزکیہ نفوس ہی کی خاطر تلاوت آیات کرتے تھے اور
کتاب و حکمت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان کی ساری کوششوں کے پس منظر میں ایک ہی مقصد
کا فرما ہوتا تھا کہ انسان ایسے انداز میں زندگی گزارنے کا سلیقہ حاصل کر لے جو اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول کریم ﷺ کو محبوب و مطلوب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بنیادی مقصد کو پورا کرنے کیلئے
ضروری ہے کہ بندہ اپنی مرضی کو منادے اور اپنے نفس کو مرضی مولا اور مرضی مصطفیٰ ﷺ کا تابع بنا
لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'قد افلح من ذکاها ۝ و قد خاب من دسها ۝'

جب ہمارا نفس پاک صاف ہوگا، جب ہم خواہشات نفسانی کے بتوں کو پاش پاش کر دیں
گے، جب ہمارے من کی دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم ﷺ کے عشق کا بسیرا ہوگا تو پھر
ہماری ہر سوچ، ہر حرکت اور ہر عمل پر اسوہ رسول ﷺ کی چھاپ ہوگی۔ تہذیب نفس کے بعد جب
تلاوت آیات ہوگی یا تعلیم کتاب و حکمت ہوگی تو پھر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوگا۔

اس صورت میں ہماری زندگیاں زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہوں گی: ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین ۵ (بے شک میری نماز میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب جہانوں کے پروردگار کیلئے ہے۔) (الانعام)

یہ تزکیہ نفس ہی کی دولت ہے جسے عام کرنے کیلئے صوفیاء کرام، فقراء اور درویش اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔ راہِ حق کے متلاشیوں کیلئے ان لوگوں کا طرزِ عمل ایک نمونہ فراہم کرتا ہے۔ ایک معیار فراہم کرتا ہے۔ صراطِ مستقیم کی پہچان بھی انہیں کی وساطت سے ہوتی ہے۔ ہم قرآن مجید کی زبان میں بار بار اللہ تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں: اھدنا الصراط المستقیم ۵ صراط الذین انعمت علیہم - ترجمہ ”چلا ہم کو سیدھے راستے پر راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔“ (الفاتحہ)

یہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں؟ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے ”وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ“ (ترجمہ) ”اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔“ (النساء آیت 69)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو انعام یافتہ ہیں۔ آگے چل کر قرآن کریم ایک انتہائی اہم حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وحسن اولئک رفیقاً ۵ ترجمہ ”اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔“

معلوم ہوا کہ انہی انعام یافتگان کی رفاقت اچھی ہے۔ یہی لوگ اس قابل ہیں کہ ان کی سنگت اختیار کی جائے۔ انہیں اپنا رفیق سفر بنایا جائے، ان کی صحبتوں میں بیٹھا جائے، ان کی نسبت استوار کی جائے، انہی لوگوں کی جانب رجوع کرنے کا حکم یوں ہوتا ہے: واتبع من اناب الی - (ترجمہ) اور تو اس کے راستے پر چل جو میری طرف متوجہ ہوا۔“

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو گیا، جو اس کا ہو گیا، اس شخص کے نقوش قدم کی جستجو کرنا، اس کے پیچھے پیچھے چل پڑنا، یہی مقصود و مطلوب مومن ہے۔

یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے مشن کو زندہ رکھنے والی ان قدسی صفات شخصیات کا تذکرہ مقصود ہے، جنہیں صوفی، درویش یا فقیر وغیرہ کہا جاتا ہے۔ امام غزالی ”جامعہ نظامیہ بغداد شریف کے وائس چانسلر تھے۔ ہر قسم کے علوم و فنون میں کمال حاصل کر لینے کے باوجود اب بھی حق کی جستجو

میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ یہی تڑپ آپ کو لے کر صوفیاء کے حلقے میں جا پہنچی۔ آپ نے ان کی نورانی صحبتوں سے فیضان حاصل کیا۔ پھر آپ اپنی سرگزشت ”المنقذ من الضلال“ میں اپنا فیصلہ یوں صادر فرماتے ہیں:

قد علمت یقیناً ان الصوفیہ ہم السالکون بطریق اللہ خاصۃ و ان سیرتہم احسن السیر و طریقہم اصوب الطرق و افلاقیہم از کی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء والحکمة الحکماء و علم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیروا اشیاء من سیرہم و اخلاقہم ویبدلوه بما هو خیر منه لن یجدوا الیہ سبیلاً فان جمیع حرکاتہم و سکنتہم فی ظاہرہم و باطنہم مقتبسۃ من نور مشکوۃ النبوة و لیس وراء النبوة علی وجہ الارض نور یتضاء بہا۔

(ترجمہ) ”مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیاء کرام کا گروہ ایسا گروہ ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی راہ پر چل رہا ہے۔ ان کی سیرت بہترین اور ان کا طریق عمل راہ صواب سے قریب تر ہے۔ اخلاق کا یہ عالم کہ پاکیزگی کا نمونہ اور اس حد تک کہ اگر تمام عقلاء و حکماء کی عقل و حکمت کو جمع کر لیا جائے اور واقفان اسرار شریعت کے علوم کو یکجا کر لیا جائے تا کہ صوفیا کی سیرت و اخلاق کو بہتر سیرت و اخلاق سے تبدیل کیا جاسکے تو اس کی کوئی سبیل نظر نہ آئے کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنتات ظاہر و باطن میں نور مشکوۃ نبوت سے مستفیض ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر کوئی نور روئے زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔“

صوفیائے کرام کو بجا طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کا جانشین کہا جاسکتا ہے لیکن یہ ایک المیہ ہے کہ دور جدید میں بعض نام نہاد علماء و مفکرین محض ضد و عناد کی بناء پر یا جہالت کی وجہ سے ان رہروان راہ حق اور رہبران گم گشتہ راہاں کے حق میں ناپسندیدہ رویوں کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ عصر حاضر کی عظیم روحانی شخصیت صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی ”اپنی تصنیف ”روح تصوف“ میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں اس کا تجزیہ یوں فرماتے ہیں:

”آج صوفیاء اور مجاذیب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ بستے گھر چھوڑ کر جنگلوں میں جا بیٹھے خدا کے دیئے ہوئے رزق سے منہ موڑ کر پتوں پر گزرا کیا خدا کے عطاء کردہ پہناوے کو لنگوٹی یا پیوند لگے خرقے میں بدل دیا خدا داد صحت کو سخت ریاضت کر کے برباد کر ڈالا اور کہتے کہتے تلو

خشک ہو جاتے ہیں کہ یہ کہاں کی ولایت ہے؟ یہ کیسی بزرگی ہے؟ یہ کس طرح کا تصوف ہے؟
 حالانکہ اگر غور کیا جائے تو ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں جسے یوں تنقید اور تشنیع کے اڑنگے پر رکھا
 جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ صوفیاء سر اپا احتیاج تھے۔ معاشرے کی بے انصافی پر لوگوں کی بے بسی
 پر حکمرانوں کی کوتاہی پر اور وہ یوں لوگوں کو معاشرے اور حکمرانوں کو دعوت دے رہے تھے کہ ہمیں
 سادہو اور رہبان بن کر گھریا چھوڑ دینے کا طعنہ دینے والو! ہزاروں لاکھوں لوگ ہیں جو بے گھر ہیں
 اور کھلے آسمان کے نیچے گرمیوں میں پکھل اور سردیوں میں ٹھنڈے ہو گئے ہیں، انہیں تم نے چھتیں مہیا کر
 دی ہیں کہ ہماری فکر تمہیں لاحق ہو گئی ہے؟ بھوکے پیاسے رہ کر خدا کی ناشکری کا الزام دینے والو!
 لاکھوں خلق خشک اور لاکھوں پیٹ خالی ہیں جو پانی کے گھونٹ اور روٹی کے لقمے کے ترس گئے ہیں،
 کیا انہیں آب و دانہ فراہم کر دیا گیا ہے کہ ہم مورد الزام ٹھہرائے جائیں؟ ہمارے خرقہ پوش بننے پر
 چس بہ چس ہونے والو! لاکھوں ننگے بدن پیر بن طلب ہیں، انہیں ڈھانپا مل گیا ہے کہ ہماری خرقہ
 پوشی تمہیں کھٹک رہی ہے؟ کاش لوگ ان مجاذیب و صوفیاء کے داؤں کی تپش اور روحوں کی لرزش
 دیکھ سکتے، سمجھ پاتے، صوفیاء نے کہہ کر یا لکھ کر نہیں بتایا، کر کے دکھایا اور زندگیاں بدل دیں۔
 صوفیاء کا دنیا پر احسان ہے کہ انہوں نے لمبا موڑ کاٹ کر منزل پر پہنچانے کے بجائے سیدھا راستہ
 اختیار کر کے مسافت کو کم کر دیا۔ وگرنہ ہو سکتا تھا کہ کچھ لوگ کارواں سے بچھڑ جاتے، کچھ تھک ہار کر
 بیٹھ جاتے، بعض راستے کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتے اور بعض کہیں اتھاہ کھڈوں میں لڑھک
 جاتے، یہ بات دیکھ کر صوفیاء کے بارے میں یقین ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی جانشینی کا اگر کوئی مستحق ہو
 سکتا تھا، تو یہی صوفیاء تھے کیونکہ انبیاء نے بھی تو انسان کی محنت کو کم کر دیا ہے۔ ڈھانچہ پڑا تھا،
 صوفیاء نے روح پھونک دی۔ جسم موجود تھا، صوفیاء نے جان ڈال دی اور وہ وہیں سے چلنے کے
 قابل بن گیا۔ کون کہتا ہے کہ صوفیاء دنیا کے ہنگاموں اور زندگی کی سرگرمیوں سے دور تھے۔ کس
 نے کہا ہے کہ صوفیاء نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کی تعلیم نہیں دیتے تھے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ صوفیاء
 نے تعلیم و تعلم کو خیر باد کہہ دیا؟ ہاں البتہ وہ دنیا کو سلجھانے میں سرگرم تھے مگر الجھنے کے لئے تیار نہ
 تھے۔ مرغابی کی طرح غوطے تو کھاتے تھے مگر بال و پر آلودہ کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ان کے
 ہاں بھی نماز تھی، روزہ تھا، حج تھا، زکوٰۃ تھی اور جہاد تھا مگر وہ پانچ وقت کی نماز کے ساتھ ساتھ پوری
 زندگی کو نماز بنانے کا داعیہ رکھتے تھے۔ وہ صرف پانچ وقت خدا کے ہاں حاضر ہونے پر ہی نہیں،

ہمہ وقت خدا کے ہاں حاضری پر زور دیتے تھے وہ منہ کا رخ کعبے کی جانب موڑنا کافی نہ سمجھتے تھے جب تک دل رب کعبہ کے آگے نہ جھک جاتا۔ وہ الفاظ کی ادائیگی کو ضروری جانتے تھے لیکن معافی کو دل میں اتارنا اس سے بھی زیادہ ضروری سمجھتے تھے روزہ ان کے ہاں بھی تھا مگر صرف یہ نہیں کہ پیٹ کو روٹی اور پانی سے خالی رکھا جائے بلکہ دل کو اوہام و خرافات سے بھی خالی رکھنا ضروری تھا۔ وہ صرف دن بھر منہ پر تالا لگانا لازمی نہ سمجھتے بلکہ ہر وہ سوتا بند کر دیتے جہاں سے شیطان کچھ بھی داخل کر سکے۔ وہ ایسے روزے کو کوئی اہمیت نہ دیتے جس کا نتیجہ ضبطِ نفس کی صورت میں نہ نکلے۔ وہ ایسی بھوک پیاس کو پسند نہ کرتے جو کسی بھوکے پیاسے کی بھوک کا احساس پیدا نہ کرے۔ وہ صرف پیٹ کے روزے کے قائل نہ تھے۔ وہ زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اور دماغ کا بھی روزہ رکھتے تھے۔ زکوٰۃ کو بھی وہ فرض جانتے تھے مگر دھائی فیصد پر ہی قناعت نہ کر بیٹھتے ان کے ہاں سب کچھ دے دینا زکوٰۃ تھا اور پھر یہ کہ تجوری سے سکوں کا نکال دینا ہی اصل زکوٰۃ نہ سمجھی جاتی جب تک دل کے نہاں خانوں سے حب مال و زر کو دلیس نکالنا نہ مل جاتا۔ زکوٰۃ سے مال پاکیزہ ہوتا ہے۔ وہ دل کی پاکیزگی کو اس سے کہیں زیادہ اہم سمجھتے۔ حج کے لئے وہ بھی جاتے مگر مقصود صرف کعبہ کا دیدار نہ ہوتا بلکہ رب کعبہ کی ملاقات کو اولیت دیتے۔ کعبے کے کوٹھے کا طواف ہی کافی نہ سمجھتے وہ تو خدا کے حکم پر پروانہ وار جھومنے کو روح حج سمجھتے تھے منیٰ میں مینڈھے کی قربانی سے آگاہ تھے لیکن نفسِ لیم کا ذبح کرنا ان کے نزدیک فرض اولین سمجھا جاتا تھا۔ عرفات میں جسموں کے اجتماع کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے روحانی اور قلبی ملاپ کے وہ علمبردار تھے۔ جہاد کا مفہوم وہ جانتے تھے مگر صرف اتنا ہی نہیں کہ میدانِ جنگ میں تلوار سے لڑا جائے بلکہ وہ تو نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کو ”جہاد اکبر“ کا نام دیتے تھے۔ وہ جہاد کو مانتے اور جانتے ہوئے بھی خواہشِ نفس سے لڑنے کو جہاد کی معراج کہتے تھے۔“

سیدنا حاجی وارث علی شاہؒ

بحیثیت ایک مرشد و مربی

حضرت حافظ حاجی سیدنا وارث علی شاہ قدس سرہ، صوفیاء و فقراء کے اسی طبقے کے فرد فرید ہیں۔ آپ نے کتاب و سنت کی تعلیمات کے مطابق ایک بھرپور زندگی گزاری ہے جو ہمارے لئے ایک مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی زندگی میں قدم قدم پر ہمیں ادب اور محبت کے جذبات کی حکمرانی نظر آتی ہے۔ آپ کیم رمضان المبارک کو پیدا ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پورا ماہ مبارک گزر جاتا ہے لیکن آپ سحری سے لے کر افطاری تک دودھ نوش نہیں فرماتے۔ نیند تو ویسے بھی آپ کو کم ہی آتی تھی لیکن جب کبھی سوتے تو غفلت کی نیند نہ سوتے۔ آپ نے جب مکتب میں جانا شروع فرمایا تو آپ عام بچوں کی طرح قرآن کریم بغل میں لے کر نہیں چلتے تھے بلکہ سر اقدس پر رکھ کر جاتے تھے اور پھر گھر واپسی پر بھی یہی صورتحال ہوتی۔ اسی طرح آپ بچپن ہی سے اپنے کردار و عمل کے ذریعے ادب کے تقاضوں کی پاسداری کی تعلیم و تربیت دیتے نظر آتے ہیں۔ بچپن ہی میں آپ کے بہنوئی اور اپنے وقت کے ولی کامل حضرت سیدنا خادم علی شاہ قدس سرہ آپ کو آپ کے مقام پیدائش دیوہ سے لکھنؤ لے آئے اور اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ کو فرنگی محل داخل کرادیا۔ آپ کے ایک استاد نے ایک دن آپ کی کرامات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ آپ تو پڑھ پڑھائے پیدا ہوئے ہیں لہذا میری رائے میں انہیں زیادہ تعلیم دلوانے کی ضرورت نہیں۔ تاہم حضرت پھر بھی آپ کو تعلیم دلواتے رہے اور خود بھی تربیت فرماتے رہے۔ تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کا جوش عشق الہی بھی بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ پر وجدانی کیفیات کا غلبہ رہنے لگا۔ یہ بات بہر حال باعث حیرت ہے کہ اس دور میں بھی آپ کے تمام اعمال و افعال سنت رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان حالات میں حضرت نے آپ کو بیعت

کر کے سلاسلِ قادریہ و پشتیہ میں داخل فرمالیا۔ ابھی آپ گیارہ برس کے تھے کہ آپ کو خلعتِ خلافت سے نوازا دیا گیا۔ عمر کے آخری حصے میں حضرت بیمار پڑ گئے۔ ایک دن قطبِ وقت حضرت حافظ اکبر علی شاہ مدنی "عیادت کیلئے تشریف لائے۔ ایک نگاہ جو حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحبِ قدس سرہ پر پڑی تو آپ کی آنکھوں کو چوما، پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمانے لگے۔

"اگر آسمان ہزار بار چکر کھائے اور زمین تاقیامت گردش کرے تب بھی ایسا

پاک باطن اور نیک خصلت انسان پیدا نہ کر سکے۔ یہ لڑکا انسان کے قالب

میں فرشتہ ہے اور جسمِ خاکی میں سراپا نور خدا ہے۔"

ابھی آپ تیرہ برس کے تھے کہ حضرت حاجی خادم علی شاہ وصال پا گئے۔ وصال کے بعد آپ کو دستارِ خلافت پہنا دی گئی۔ جس نشست میں دستار بندی ہوئی وہاں سے اٹھ کر باہر آئے تو چند چیزیں جو ملی تھیں باہر آ کر تقسیم فرمادیں۔ بچپن کے ایک ساتھی نے کباب کھانے کی خواہش ظاہر کی تو مولانا بخش کبابچی سے کباب لے کر اسے دے دیئے۔ قیمت ادا کرنے کی باری آئی تو دستار سر سے اتار کر دے دی۔ یوں آپ دستار کے بوجھ سے بھی آزاد ہو گئے۔ کم عمری میں آپ کا یہ طرزِ عمل ہمیں اس بات کی تعلیم دے رہا ہے کہ فقر کلاہ و دستار کا محتاج نہیں ہوا کرتا نیز یہ کہ مسلکِ عشقِ تمارتر کی اور رواجی بندھنوں سے آزاد ہوا کرتا ہے۔ پندرہ برس کی عمر میں حج کا سوچ رہے تھے تو پیر و مرشد نے خواب میں سفر اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے گھر کا سارا ساز و سامان غرباء میں تقسیم کر دیا اور آبائی جائیداد رشتے داروں میں تقسیم فرمادی۔ یہاں تک کہ زمین سے متعلقہ کاغذات مال بھی دریا برد فرمادیئے۔ اس طرح آپ نے مال و متاع کے لالچ کی نفی کا ایک عظیم الشان عملی مظاہرہ فرمایا اور سفر حج پر تنہا پیدل روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچے اور حاضری کا قصد فرمایا تو پہلے ہی پھاٹک پر ایک خادم نے روکا اور کہا "صاحبزادے! یہ تو خواجہ غریب نواز کا آستانہ ہے۔ آپ اس دلیری سے آگے جا رہے ہیں کہ آپ نے جو تک نہیں اتارا" آپ نے فوراً جوتے اتار کر پھینک دیئے اور فرمایا کہ یہ اگر ایسی بری چیز ہے تو آج سے ہم اس کو ترک کرتے ہیں۔ اس دن سے پھر کبھی بھی آپ نے جوتا نہیں پہنا۔ حج کے موقع پر احرام جو پہنا تو پھر زندگی بھر احرام ہی میں رہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ احرام پہن کر اگر کسی نے پھر اپنا دنیاوی لباس نہیں پہنا تو وہ صرف اور صرف آپ ہی ہیں تاہم اپنے اس منفرد طرز

عمل کے باوجود ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ملنا صرف تہبند (احرام) پر موقوف نہیں، طلبِ پختہ ہو تو وہ ہر لباس میں مل سکتا ہے۔ آپ حج سے واپسی پر کربلائے معلیٰ پہنچے تو خانوادہ رسول ﷺ پر جو کچھ گزری تھی اور ادھر سے تسلیم و رضا کا جو مظاہرہ ہوا تھا۔ اس کے تصور سے دنیا کی وقعت آپ کی نگاہوں سے بالکل ہی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ اس وقت سے زندگی بھر آپ نے کبھی بھی کرسی، چارپائی، تخت، چوکی اور ٹکیے وغیرہ کا استعمال نہیں فرمایا۔ یہاں ضمناً اس واقعے کا ذکر بیجا نہ ہوگا کہ جب اسی سفر کے دوران آپ بغداد شریف پہنچے تو حضور سیدنا غوث الاعظم جیلانی قدس سرہ پہلے ہی اس وقت کے سجادہ نشین سید مصطفیٰ شاہ صاحب کو بشارت دے چکے تھے کہ ”ہندوستان سے ہمارے خاندان کا روشن چراغ آ رہا ہے۔ اسے زرد رنگ کا احرام پیش کیا جائے۔ نام اس کا وارث علی ہے۔“ آپ کی آمد پر اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ کسی نے سجادہ نشین درگاہ جیلانیؒ سے پوچھا کہ ”آپ تو سب کو فرقہ و دستار عطا فرماتے ہیں لیکن انہیں زرد احرام پیش کرنے کا سبب کیا ہے؟ جواب دیا کہ ”ہم دستار تو اپنی مرضی سے دیتے ہیں مگر حضرت حاجی صاحب کو احرام شریف سیدنا غوث الاعظم قدس سرہ کی مرضی سے عطا کیا گیا ہے۔ مجھے ایسا ہی حکم ہوا تھا جس کی تعمیل کی گئی ہے۔“

عرب کے علاقے میں سفر کے دوران ایک ابدال سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی ستر سالہ ریاضت کا پھل آپ کو بخش دینے کی پیشکش کی تو فرمایا ”ہمیں نہیں چاہیے۔ شیر خود اپنا شکار کرتا ہے اور دوسرے درندوں کے کئے ہوئے شکار کو سونگھتا بھی نہیں“ اس سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ ہمیں قرب الہی حاصل کرنے کی خاطر خود محنت و مشقت کرنی چاہیے تاکہ ہمارے باطنی و روحانی معاملات سنور سکیں۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہمیں پیش نظر رکھنا چاہیے کہ

الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا۔ (القرآن)

آپ نے روحانیت کی دولت کو طلبگاروں میں تقسیم کرنے کی خاطر وسیع پیمانے پر اندرون و بیرون ملک سیاحت کی۔ ترکی میں سلطان عبد المجید اپنے اہل و عیال سمیت آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ روم، روس، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک میں بھی پہنچے اور خلق کثیر آپ سے نفع یاب ہوئی۔ آپ نے اچھی خاصی تعداد میں عیسائیوں کو بھی درس تو حید دیا۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے جج جناب سید شرف الدین نے ایک ملاقات کے بعد یہ تبصرہ فرمایا تھا کہ میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ سارا یورپ سرکار کا روندہ ہوا ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ آپ نے ایک بار احرام جو پہنا تو پھر ساری زندگی احرام ہی میں گزار دی۔ آپ نے آگے چل کر جن مریدوں کو احرام پہننے کی اجازت عطا فرمائی، ان کیلئے باقاعدہ آداب احرام بھی وضع فرمائے۔ اس طرح یہ آداب آپ کے تشکیل کردہ نظام رشد و ہدایت کا ایک حصہ بن گئے۔ پروفیسر فیاض احمد خان کاوش وارثی اپنی تصنیف ”آفتاب ولایت“ میں ان آداب کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:-

- ۱۔ فقیری کھیل نہیں جیتے جی مرجانا ہے۔ احرام کو کفن اور زمین کو قبر کی منزل سمجھا جائے۔
 - ۲۔ احرام پوش فقیر کو کریم، ٹوپی، عمامہ، پاجامہ، گلوبند، موزہ، غرضیکہ احرام کے سوا کوئی بھی چیز استعمال نہ کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد احرام ہی بطور کفن استعمال ہوگا۔
 - ۳۔ احرام پوش فقیر کیلئے تخت، چوکی، مسہری، چارپائی اور کرسی وغیرہ پر بیٹھنا قطعی ممنوع ہے۔ ان کا بستر ہمیشہ زمین پر بے تکیہ ہوگا حتیٰ کہ ان کا جنازہ بھی چارپائی پر نہ جائے گا۔
 - ۴۔ احرام پوش فقیر نہ مکان بنائے، نہ مال و اسباب دنیا اکٹھا کرے، نہ شادی غمی کی تقریبات میں شرکت کرے، نہ ہی مذہبی تنازعات میں حصے لے اور نہ ہی تعویذ گنڈا کرے کہ یہ سب تسلیم و رضا کے خلاف ہے بلکہ ہر احرام پوش قطعی متوکلانہ زندگی گزارے۔
 - ۵۔ احرام پوش کو سوال کرنا حرام ہے، خواہ فاقوں سے مرہی کیوں نہ جائے۔
 - ۶۔ فقیر کو پابندی وضع لازم ہے، جہاں رہیں ان بان سے رہیں۔
- مذکورہ بالا سخت قسم کی شرائط تو صرف احرام پوش فقراء کیلئے ہیں۔ پروفیسر کاوش وارثی نے عام مریدوں کیلئے سرکاری ہدایات کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا ہے۔

- ۱۔ میری وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑو۔
- ۲۔ گھریلو ضروریات پوری کرنا، بیوی بچوں کی دلداری کرنا، نوکروں چاکروں کی پرورش کرنا بلکہ مسلمان کا تو پیشاب پاخانہ کرنا بھی عبادت ہے۔
- ۳۔ تمہاری دنیا داری بھی عبادت ہے۔
- ۴۔ نماز رکن اسلام ہے جو نماز نہ پڑھے وہ ہمارے قطعہ بیعت سے خارج ہے۔
- ۵۔ جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں۔
- ۶۔ اگر لاکھ روپے کی چیز بھی رکھی ہو تو اس کا بھی خیال نہ کرو، بس یہی ایمان ہے۔

- ۷۔ ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنت لازم ہے۔
 ۸۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھو، انجام کار کامیاب ہو گے۔
 ۹۔ جس قدر ہمارے مرید ہیں، وہ سب ہماری اولاد ہے جس کو جس قدر ہم سے محبت ہوگی اسی قدر بھائیوں سے اتفاق ہوگا۔

یہ تو ہدایات ہیں عام مریدوں کیلئے جب کوئی دنیا دار سرکار سے فقیر بنانے کی درخواست کرتے ہوئے احرام کا طلبگار ہوتا تو اس کے والدین کے زندہ ہونے کی صورت میں اسے حکم دیتے کہ ماں باپ کی خدمت کرو، یہی تمہارے واسطے فقیری ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی شخص ورد و وظیفہ پڑھنے کی اجازت چاہتا تو صرف درود شریف پڑھنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دیتے کہ اللہ پاک کے واسطے پڑھنا، دنیا کے واسطے نہ پڑھنا۔

سرکار رزق حلال کے اہتمام پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات حکام سے فرماتے کہ صاف رہنا چاہیے۔ اگر کوئی لاکھ روپیہ بھی دے تو رد کر دینا چاہیے۔ خاص طور پر جب کوئی پولیس ملازم شرف بیعت حاصل کرتا تو اسے تلقین فرماتے کہ اب رشوت نہ لینا، اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ آپ رشوت سے بہت ناخوش ہوتے تھے۔ کوئی کیمیا گر سامنے آتا تو اسے فوراً دھتکار دیتے۔ اگر کوئی درزی ہوتا تو فرماتے کہ اب کپڑا چوری نہ کرنا۔ موجودہ دور میں جبکہ ہمارے ہاں لوٹ کھسوٹ، منافع خوری، چور بازاری، دھوکا بازی اور بلیک مارکیٹنگ جیسی برائیاں عروج پر ہیں، سرکار کی ان سیدھی سادی تعلیمات پر عمل کر کے بڑی آسانی کے ساتھ معاشرے میں انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ آج کل ہمارے ہاں خود نمائی کی وباء عام ہو چکی ہے۔ خادم بننا کوئی پسند نہیں کرتا۔ آج کل اپنے آپ کو لیڈر، منفی، پیر یا مشائخ وغیرہ کہلوانے پر بڑا زور ہے۔ سرکار کو خود نمائی سے شدید نفرت تھی یہاں تک کہ اپنی زبان سے اپنا نام لینا یا اپنے قلم سے اپنا نام لکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ ہر خاص و عام سے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملا کرتے۔ ہر کسی کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے۔ پروفیسر کاوش ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بار آپ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آ گیا۔ آپ نے اپنا دامن سمیٹ لیا۔ آپ کے مرید ظہور اشرف آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی اپنا لباس سمیٹ لیا۔ سرکار نے مسکرا کر اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ عرض کیا کہ جس طرح سرکار نے اپنے احرام شریف کو کتے کی نجاست سے بچایا۔ آپ یہ بات ناگوار گزری۔ آپ نے

جوش جذبات میں فرمایا۔ میاں ظہور اشرف! میں نے یہ تہ بند اس لئے سمیٹ لیا تا کہ میرے لباس سے چھو کر کہیں خود کتنا پاک نہ ہو جائے۔ سرکار کسی بھی موقع پر اپنے آپ کو نمایاں نہ ہونے دیتے۔ لوگ التجائیں لے کر آپ کے ہاں آتے تو آپ ہمیشہ انہیں اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی تلقین فرماتے۔ کبھی کوئی اظہار ایسا نہ ہوتا جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ کی توجہ سے کام ہو جائے گا۔ آپ نے سترہ حج کئے لیکن سادگی کے ساتھ کہ نہ تو خدام اور مریدین کا قافلہ ہوتا نہ سواری کی پرواہ فرماتے اور نہ ہی زاد سفر کا اہتمام ہوتا۔ جب بھی عشق الہی کا جوش بڑھتا تو تنہا پیدل سفر حج کو چل دیتے۔ اس کثرت سے حج کرنے کے باوجود کبھی ”حاجی“ کہلوانا گوارا نہ فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی شہرت ملی کہ لوگ آپ کو از خود ”حاجی صاحب“ کہنے لگے۔

سرکار کی زندگی میں استقامت کا پہلو ہمیں قدم قدم پر نظر آتا ہے۔ زندگی میں آپ نے جو عمل ایک بار اختیار فرمایا، پھر اسے کبھی چھوڑا نہیں۔ سنت کی پابندی سختی سے کرتے تھے۔ ہمیشہ دائیں کروٹ پر لیٹتے۔ چھوٹوں سے ہمیشہ شفقت کا برتاؤ ہوتا اور بوڑھوں کے احترام میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ سلام میں ہمیشہ پہل فرماتے۔ اجنبی سے مصافحہ میں پہل فرماتے۔ قصور وار کے قصور سے درگزر فرماتے۔ ہر کسی کو اپنا سمجھتے۔ شریعت کا ادب ہر حال میں پیش نظر رکھتے۔ نماز کا ادب اس حد تک فرماتے کہ ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے۔ یہاں تک کہ آخری عمر میں ضعیفی کے باوجود نماز تہجد تک بھی کھڑے ہو کر پڑھتے رہے۔ نماز کو آپ نے اپنی مریدی کی شرط قرار دیا۔ کثرتِ نوافل سے آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا تھا۔ دن کو قیلولہ فرماتے۔ شدید ترین سردی میں بھی جمعۃ المبارک کے غسل کا اہتمام ضرور فرماتے۔ داڑھی مبارک میں کنگھی کا اہتمام فرماتے۔ سرمہ بھی سنت کے مطابق استعمال فرماتے۔ کھانا خواہ برائے نام ہی کھاتے لیکن خلال ضرور فرماتے۔ ہمیشہ سنت کے مطابق سر ڈھک کر اور اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔

تعلیمات وارشہ میں ہمیں جو بات سب سے زیادہ اہم نظر آتی ہے وہ ہے محبت کی تلقین۔ چنانچہ آپ کا اعلان عام تھا کہ ”محبت کرو محبت، محبت ہی سب کچھ ہے“ موجودہ دور میں جبکہ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ ہر طرف تفرقہ و انتشار، رنجشوں اور نفرتوں کا راج ہے۔ بالخصوص دین کے نام پر تفرقے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے نازک حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ سرکار کے پیغام محبت کو عام کیا جائے تاکہ دکھوں دردوں میں مبتلا نوع انسانی کو سکون کی خیرات مل سکے۔

حضرت حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ جب تک ظاہری طور پر اس جہان رنگ و بو میں ہمارے درمیان موجود تھے، گم گشتہ راہوں کیلئے رہبری و رہنمائی کا پیغام تھے۔ آپ کی جلالتی ہوئی شمع آج بھی روشن ہے۔ آپ کے بعد اب بھی وارثی فقراء آپ کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چھپر شریف نزد چنگا بنکیال، تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی میں حضرت حافظ اکمل شاہ وارثی قدس سرہ کا مزار اطہر ہے جو سرکار وارث پاک قدس سرہ کی بشارت کی مطابق پاکستان کا دیوہ شریف ہے۔ الحاج فقیر عزت شاہ وارثی مدظلہ العالی، حضرت اوگھٹ شاہ وارثی قدس سرہ کے دست اقدس پر دیوہ شریف ہندوستان میں داخل سلسلہ وارثیہ ہوئے تھے اور حضرت قبلہ حیرت شاہ وارثی قدس سرہ نے چھپر شریف کے مقام پر آپ کو احرام پہنایا تھا۔ آپ ڈھوک قاضیاں داخلی تحت پڑی، تحصیل و ضلع راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے ولی کامل حضرت قاضی غلام محی الدین قدس سرہ المعروف مقبول بارگاہ غوثیہ کی اولاد میں سے ہیں اور موجودہ دور میں سلسلہ وارثیہ کی اشاعت کا کام بڑے وسیع پیمانے پر محنت و جانفشانی اور محبت سے انجام دے رہے ہیں۔ بے شمار مساجد اور درس گاہیں آپ کی ان تھک محنت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جہاں ہزاروں تشنگان علم قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم و فنون میں بھی مہارت حاصل کر رہے ہیں اور دینی اور دنیاوی دونوں راستوں پر کامیابی سے گامزن ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ عز و جل ان کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ہمیں آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحق سید المرسلین۔

سیدنا حاجی وارث علی شاہؒ بانی سلسلہ وارثیہ

از قلم: ڈاکٹر قاضی تنویر وارث وارثی - سنگھوئی (جہلم)

بزرگ کنگرہ کبریاں مردانند
فرشتہ صید و ہیر شکار ویزداں گیر

حامدا و مصلیٰ و مسلما۔۔ قرآن وحدیث کی تلاوت و تدبر سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ روح کائنات فخر موجودات خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آمد کا پیغام چرچا حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک پہنچتا رہا ہے۔۔ کہ جو سب سے اول اور سب سے آخر آنے والے خیر البشر عظیم المرتبت سید و سردار کون مکان ہے وہی اصل روح کائنات ہے وہی زمین پر اصل خلیفہ اعظم ہے۔ وہی خاتم النبیین ہے اور ذالک الکتاب لاریب فیہ اس کی آخری کتاب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم کو پیدا کیا تو انہیں ان کی اولاد بھی معنوی و روحانی طور پر بتلائی تو آدم نے دیکھا کہ ان میں بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان سب کے آخر میں ایک بلند نور آپ کو نظر آیا تو عرض کیا میرے پروردگار یہ کون ہیں؟ ارشاد ہوا یہ تمہارے فرزند احمد علیہ السلام ہیں۔ یہی سب سے پہلے نبی ہیں اور یہی سے آخر ہیں۔ یہی روز محشر سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور ان کی ہی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی۔ (رواہ ابن عساکر)

اس طرح تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء الرحمن و مردان خاص کی عظمت و عزت کا اظہار بھی اس طرح ہوتا رہا کہ اہل بصیرت ان کی آمد کی خبر و خوشبو ان کی پیدائش سے قبل مخلوق کو پہنچاتے رہے۔ حضرت حافظ و حاجی سید وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز بھی انہیں ہستیوں

میں سے ہیں جو کہ بانی سلسلہ وارثیہ ہیں۔ آپ کا نسب تعلق سادات کاظمی نیشاپوری گھرانہ سے تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت سے دو سو سال قبل آپ کے جد اعلیٰ میراں سید احمدؒ نے پیش بینی فرماتے ہوئے کہا کہ میری پانچویں پشت میں وہ صاحبزادہ پیدا ہوگا کہ۔۔۔ اسم او کیے از اسم ذات است۔ سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں بھی اسی دور کے شیخ طریقت سراج العارفین سید السادات شاہ عبدالرزاق بانسویؒ نے اسی طرح کے الفاظ دہراتے ہوئے فرمایا۔۔۔ میری پانچویں پشت میں ایک آفتاب ظاہر ہوگا جس کی روشنی میں اب دیکھتا ہوں۔

تیسرے شیخ کامل صاحب ولایت حضرت مولانا شاہ نجات اللہ قادریؒ جو کہ حضرت سید خادم علی شاہ قادری چشتیؒ کے مرشد و رہنمائے طریقت ہیں۔ دیوہ شریف کی طرف سینہ کھول کر فرمایا کرتے تھے۔ اس آفتاب کی روشنی سے میں سینہ کو بھرتا ہوں جو کہ اب رونما ہوا چاہتا ہے۔

بہرزمینے کہ نشان کف پائے تو بود سالھا سجدہ صاحب نظر اں خواہد بود

حضرت حافظ و حاجی سید وارث علی شاہ قدس سرہ کیم رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۸۲۳ء بروز سوموار دیوہ شریف (ضلع بارہ بنکی یوپی بھارت) میں مولانا حکیم سید قربان علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے۔

اہل تصوف و سلوک کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کو صوفیا خود پر طاری کر لیتے ہیں اور اس میں فنا ہو جاتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ کے اسم گرامی میں ایک خاص خصوصیت ہے 'وارث' اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے معنی ہیں "ہر شے کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا"۔۔۔ حضرت سرکار وارث پاک نے گویا خود کو فنا کر کے اللہ تعالیٰ کی ابدیت کو قائم کر دیا اور اپنے نام کی صفت کو حاصل کر کے صفت 'وارث' کے مظہر بن گئے اور روز محشر تک گم گشتگان راہ ہدایت کی دستگیری و رہنمائی کا شرف حاصل کر لیا۔

تین سال کی عمر تک والدین داعی اجل کو لبیک کہہ چکے۔ اوائل عمر سے ہی آپ کا شمار غیر معمولی بچوں میں ہوتا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن شروع کیا اور دو سال میں مکمل کر ڈالا۔ کسی دوسری تعلیم کی طرف توجہ کم تھی اساتذہ حیران تھے کہ بچہ پڑھتا کچھ نہیں لیکن سبق یاد ہے۔ کتابوں پر گوشہ نشینی و صحرا نوردی کو ترجیح تھی۔ سوانح نگار خاموش ہیں کہ کیا علوم اور کس قدر تحصیل حاصل کی؟ لیکن یہ بات یقینی روایات سے ثابت ہے کہ حضور حاجی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں علماء

وتشنگان علم و عرفان اور مقترض بھی آتے، کوئی سوال کرتے تو حضور کا مدلل و مختصر جواب انہیں مطمئن اور خاموش کر دیتا، علم قرآن میں مہارت تامہ تھی ساتوں قرآن میں تلاوت فرماتے، علوم شریعت اور دیگر علوم میں دسترس کے علاوہ عربی فارسی پشتو بہت اچھی طرح بولتے تھے۔

آپ کے بہنوئی حاجی سید خادم علی شاہ (جو کہ علوم دینیہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فارغ التحصیل شاگرد تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ نظامیہ میں خلافت یافتہ تھے) نے گیارہ سال کی عمر میں حضور وراثت پاک کے طبعی میلان کو دیکھ کر داخل سلسلہ قادریہ چشتیہ کر لیا۔ آپ کی عمر چودہ برس تھی جب سیدنا خادم علی شاہ کا وصال حق تعالیٰ (۱۲۵۳ھ بمطابق ۱۸۳۸ء) ہوا تو آپ کو خرقہ خلافت قادریہ چشتیہ عطا ہوا اور آپ نے لوگوں کو داخل سلسلہ نجھی کرنا شروع کر دیا۔

اب طبیعت پر جذبہ عشق حقیقی غالب آچکا تھا کہ عالم رویا میں سفر حج کا اشارہ ملا تو شوق باطنی کو مزید اشتعال ہوا۔ تعلقات دنیا سے قطعاً دست کش ہوئے اور حج بیت اللہ کے سفر پر ۱۲۵۳ھ بمطابق ۱۸۳۸ء) پر تشریف لے گئے۔

حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود

حصول نسبت اویسیہ:

۲۹ شعبان ۱۲۵۳ھ بمطابق ۱۸۳۸ء آپ مکہ معظمہ پہنچے اور عبدالرحمن مکی کے مکان پر قیام فرمایا دوسرے روز یکم رمضان المبارک مطوف کے ہمراہ طواف بیت اللہ کے لئے جا رہے تھے کہ باب السلام کے قریب ایک جلیل القدر بزرگ جو کہ اطراف مکہ میں صاحب دوائر کبریٰ مشہور تھے ملے اور بشارت دی کہ صاحبزادہ آج وہ انوار احدیت مشاہدہ کرو گے جن کے دیکھنے کی اہلیت صدیوں بعد خدا نے آپ کو مرحمت فرمائی ہے۔ غرضیکہ عنایت ایزدی سے حقیقت کعبہ منکشف ہوئی اور جو دیکھنا تھا بے حجاب دیکھا۔۔۔ اور اس دیکھنے کو ایسا یادگار بنایا کہ اس لباس معرفت یعنی احرام اطہر کو ساری زندگی نہ اتارا۔

دلش بحرِ استزاسرار الہی از یک قطرہ از مہتاب مہاسی

اس کے بعد روضہ رسول ﷺ پر حاضری ہوئی۔ فیوض و برکات انوار رسالت ﷺ میں سے جو کچھ حصہ ملنا تھا حاصل کیا اور وہاں سے تکمیل مراحل کیلئے نجف اشرف کا حکم ملا تو وہاں پہنچ کر بطور

خاص براہ راست اپنے جدِ اعلیٰ حضرت امیر علی المرتضیٰ علیہ السلام سے نسبت اویسیہ حاصل کی کہ
بقول مولائے روم "عشق امیر المومنین حیدر بود"

وہاں سے عشق و محبت حقیقی کا سبق پڑھا اور فنائے اتم اور صفت بو ترابی حاصل کی تو اس یادگار
کے طور پر احرام اطہر کیلئے زرد رنگ، تجرید و تفرید برہنہ سر و برہنہ پاؤں اور خاک پر بستر -- کو اپنا
شعار پسند و مخصوص کر لیا۔

پھر نجف اشرف سے حکم ہوا کہ -- "کر بلا میں تمہارے دادا صاحب رضائے اتم و تسلیم کامل
ہیں۔ ان کی تعمیل سے بھی مستفید ہوں۔ تو کر بلا معلیٰ سے فقر و فنا کی تاکید کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ
تفنگی و گرسنگی شاہد حقیقی کے ناز و ادا کے کرشمے ہیں جن پر صبر سادات کی شان و عشاق کا مسلک ہے۔
اس کی یادگار آپ نے پچاس سال بطور صائم الدہر بسر فرمائے کچھ عرصہ تین دن بعد اور کچھ عرصہ
سات دن بعد افطار فرماتے رہے۔

کر بلا معلیٰ سے چلے تو بغداد شریف پہنچے۔ وہاں حضور وارث پاکؐ کے داخلہ سے پہلے شیخ
الشیوخ عبدالقادر جیلانی غوث ربائی درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین سیدی مخدومی مصطفیٰ شاہ صاحب
گیلانی کو بشارت فرماتے ہیں۔

"ہندوستان سے ہمارے خاندان کا چشم و چراغ آ رہا ہے۔ اسے زرد رنگ کا احرام پیش کیا
جائے۔ نام اس کا وارث علی ہے۔"

خدام نے صاحب سجادہ کو احرام اطہر نذر گزارتے ہوئے دیکھا تو تعجب سے پوچھا۔
"حضور سب کو تو خرقة و دستار عطا ہوتی ہے مگر آپ کو احرام پیش ہوا" سیدی صاحب نے
جواب دیا -- "ہم خرقة و دستار اپنی مرضی سے دیتے ہیں مگر حاجی صاحب کو حضور غوث الثقلین کی
مرضی سے احرام نذر ہوا میں نے تو حکم کی تعمیل کی ہے"

دیار غوث پاک میں آپ کا یہ معمول رہا کہ دن کو مزارات اولیاء کرام کی زیارت کرتے اور
شب کو درگاہ غوثیہ میں عبادت کرتے۔ اسی طرح وہاں سے بھی بطریق اویسیہ اپنا حصہ وصول کیا۔
حضور وارث پاکؐ گو کہ چودہ سال کی عمر میں خلافت چشتیہ قادریہ سے سرفراز ہو چکے تھے لیکن
آپ نے بوقت بیعت کبھی کسی سے ان سلاسل کا ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی کبھی کسی بزرگ کا رسم نام لیا
اور نہ شجرہ پڑھایا -- بلکہ بوقت بیعت دست و دامن گرفتہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ مختصر کلمات پڑھائے اور

داخل سلسلہ وارثیہ کر فرمادیتے۔

”باتھ پڑتا ہوں پیر کا۔ پنجن پاک کا خدا و رسول ﷺ کا

اب حقیقت میں غور کیا جائے تو یہی آپ کا شجرہ طریقت ہے کہ اپنے نام کے بعد منبع فیض کا نام مبارک قائم کیا جو کہ فیضان عشق و محبت کا تفویض کنندہ تھا۔ نہ تو کسی کو کوئی شجرہ پڑھنے کو دیا اور نہ کوئی طالب شجرہ ہوا۔

۱۲۹۵ھ میں غالباً خادم خاص فقیر رحیم شاہ صاحب وارثی نے شیخ بوعلی صاحب سے (جو کہ حضرت حاجی خادم علی شاہ سے بیعت تھے) شجرہ قادریہ و چشتیہ لا کر حضور کو دکھلایا اور عرض کی کہ اجازت ہو تو حضور کا نام بھی اس میں لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا ”لکھ دو“۔ اس طرح یہ شجرہ نقل ہوا۔ منظوم ہوا اور ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر حضور کی بارگاہ میں پیش ہوا تو کسی کو دس کسی کو بیس عنایت فرما کر بقیہ سرکار وارث پاک نے مولانا عبدالکریم صاحب کے حوالے کر دیئے اور فرمایا ”یہ تم لے جاؤ۔“

بعد میں خدام احباب فقراء شجرہ چھپواتے رہے، تقسیم کرتے رہے، لیکن یہ انتظام کبھی نہیں ہوا کہ جو داخل سلسلہ وارثیہ ہو اس کو شجرہ ضرور دیا جائے۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کا سلسلہ طریقہ براہ راست اہلبیت سے منسلک تھا اور اسی وجہ سے آپ نے شجرہ طریقت کو پڑھانا، عنایت کرنا لازمی نہیں سمجھا اور بالکل انوکھا طرز بیعت اختیار فرمایا۔ اس کی وجہ سے آپ کو خلافت و سجادہ نشینی سے بھی نفرت تھی ایک فرمان اس کی تنبیہ کے طور پر بطور تحریر یادگار چھوڑا۔۔۔ کہ ”ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعویٰ جانشینی کرے وہ باطل ہے ہمارے ہاں جو کوئی ہو چمار ہو یا خا کرو ب جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے۔“

یہاں ایک اور بات قابل فخر و غور ہے۔۔۔ کہ حضور وارث پاک کو براہ راست پنجن پاک سے نسبت ہونے کی وجہ سے تمام سلاسل طریقت پر دسترس تھی۔ اس لئے کہ تمام سلاسل طریقت کا منبع و مرکز حضرت مولانا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات ہے۔ متعدد واقعات آپ کی سوانح حیات میں ایسے ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے طالب بیعت کے حسب مزاج روحانی تمام سلاسل طریقت قادریہ، چشتیہ، قلندریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ بیعت فرمایا ہے۔ یہ نسبت اویسیہ اس آفتاب ولایت کے پس پردہ ہونے پر بھی قائم و دائم ہے کہ آج بھی جو شخص فقراء وارثیہ کے ذریعہ

داخل سلسلہ وارثیہ ہوتا ہے تو اس وقت بھی وہ مرید صرف حضور وارث پاک کا ہوتا ہے۔ فقراء وارثیہ کیلئے یہ ممنوعات مشربہ میں ہے کہ وہ کسی کو اپنا مرید کریں۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وارثی پر وہی نسبت اور یہ اکثر غالب دیکھی گئی ہے۔

سلسلہ وارثیہ کا نظام طریقت حضور وارث عالم نواز کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی جاری تھا۔ حضور قبلہ حاجی اوگھٹ شاہ وارثی فرماتے ہیں کہ سید فضل حسین شاہ وارثی سجادہ نشین حضرت کنز المعروف جب فریضہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے مہمان ہوئے۔ دوران قیام حاجی صاحب نے شاہ صاحب سے کہا کہ تم اپنے پیر بھائی سے بھی ملے ہو جو یہاں کے قطب ہیں حنفی مصلہ پر بیٹھے رہتے ہیں کسی سے کلام نہیں کرتے عمر سیدہ ہیں ان کا نام گرامی عبدالحی ہے اور اپنے نام کی ضرب لگاتے ہیں۔“

یہ عالم رویاء میں حضور وارث عالم نواز سے بیعت ہوئے تھے جب کہ حضور اپنی عالم ہست و بود میں ابھی تشریف نہیں لائے تھے جب ان کی پہلی ملاقات دوران حج حضور سے ہوئی تو پہچان لیا کہ عالم رویاء میں یہی بیعت کرنے والے ہیں۔ عرض کی حضور غلامی میں آنا چاہتا ہوں فرمایا عبدالحی کیا اپنا خواب بھول چکے ہو کہ غلامی میں داخل ہو چکے ہو۔

حافظ گلاب شاہ وارثی اکبر آبادی جو سلسلہ وارثیہ کے نہایت ممتاز درویش گزرے ہیں سرکار وارث پاک سے عمر میں پچیس سال بڑے تھے۔ اپنی بیعت کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ زمانہ بچپن میں دوران مکتب میرا ایک ساتھی کسی بزرگ درویش کا بیعت ہوا اور مجھے بھی اسے ار کیا اس کے اصرار پر ایک شوق تو ہوا لیکن خود بخود ایک تذبذب بھی پیدا ہو گیا کہ مرید نہیں ہونا اسی شب خواب دیکھا کہ ایک سفید ریش احرام پوش بزرگ فرما رہے ہیں اگر مرید ہونا ہے تو لاؤ ہاتھ۔۔۔ میں نے ہاتھ پکڑا۔۔۔ انہوں نے بیعت فرمالیا اس خواب سے طبیعت میں اطمینان پیدا ہو گیا اب یہ حال ہوا کہ طبیعت میں ذرا انتشار پیدا ہوا اور وہی سفید ریش ہستی خواب میں آ جاتی اور تشفی کا سامان ہو جاتا۔ تین سال بعد پھر خواب دیکھا کہ وہی احرام پوش بزرگ فرماتے ہیں۔ خبردار ہو جا تیرا دستگیر ازیں آ چکا ہے۔ تلاش کر۔ آنکھ کھل گئی تو اسی وقت تلاش کیلئے نکلا۔ سرائے ہنگ منڈی جا پہنچا۔ چونکدار سے پوچھا اس نے کوئی معقول جواب تو نہ دیا لیکن دروازہ کھول دیا کہ خود دیکھ لو۔ ایک کوٹھری کے دروازہ میں جھانکا اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا مگر کوٹھری سے آواز آئی۔۔۔ ”گلاب شاہ

تم آگئے، غور سے دیکھا تو اندر ایک فرشتہ صورت صاحبزادے تو کل کا تکیہ لگائے مسند آرائے فرش خاک ہیں۔ دوڑ کو قدم بوس ہوا۔ عرض کی کہ مجھ آوارہ گرد پر خطا کو بھی حلقہ غلامی میں داخل فرمائیے۔ ارشاد ہوا، ”ہم تو روز ازل سے تمہارے ساتھ ہیں۔“

گلاب شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ جب میں آگرہ میں حاضر دربار ہوا تو حضور کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس تھی اور جب مین دیوہ شریف حضور کے اواخر عمر میں حاضری دیتا رہا تو میں نے دیکھا کہ حضور کے موئے مبارک سفید ہو گئے ہیں تو محسوس ہوا کہ یہی وہ ہستی ہیں جو خواب میں آکر اپنا دیوانہ بنا کر خود روپوش رہتی ہے۔

در دشت جنوں من جبریل زبوں صیدے

یزرداں با کند آور اے بہت مردانہ (اقبال)

قاضی منیر عالم صاحب وارثی بارگاہ وارثیہ کے عقیدت کیش تھے۔ ایک روز حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ مجھ کو شرف غلامی ہوا۔ میرے آباؤ اجداد اس نعمت سے محروم ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ ان کو بھی اپنی طرح ہمارا مرید سمجھو۔ قاضی صاحب نے یہ شفقت دیکھی تو مزید جرات ہوئی اور عرض کیا۔ حضور میرے خاندان میں جو آئندہ پیدا ہونے والے ہیں وہ سب بھی ظل وارثیہ میں آجائیں تو ارشاد ہوا۔۔۔ ”منیر عالم محبت سے سب کچھ ہو سکتا ہے اچھا ان کو بھی مرید کر لیا۔“

سلسلہ وارثیہ کا طریقہ رہنمائی عجب شان رکھتا ہے۔ بارگاہ وارثی میں دیار عرب سے ایک صاحب حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ عصر و مغرب کا درمیانی وقت ہے۔ حضور وارث پاک در بھنگے میں نواب صادق علی خان کے مکان پر رونق افروز ہیں۔ حضور نے ان صاحب کو دیکھتے ہی یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ۔۔۔ مدنی صاحب کل آپ کی خاطر ہو جائے گی۔“ دوسرے روز حاضری پر ان صاحب کو ایک ٹکڑا تہبند جو آسمانی رنگ کا تھا عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا۔ ”لو یہ تمہارا حصہ ہے“ مدنی صاحب نے جو نہی ٹکڑا پکڑا اور دناک آہ کی اور جوش اضطراب میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور تڑپنے اور رونے لگے۔ یہ جوش عشق و مستی کا انوکھا عالم دیکھ کر حاضرین بھی مکیف ہوئے۔ لیکن حضور قبلہ بار بار متبسم لبوں سے فرماتے ”مدنی صاحب کو یہ کیا ہو گیا۔“ آخر حضور بستر پر تشریف لے گئے اور ان صاحب کو اسی حالت بے تابلی میں لباس فقر یعنی تہبند مرحمت فرمایا اور ان کا نام عرب شاہ رکھا اور پھر فرمایا ”صادق علی خان کے بنگلہ میں رہا کرو اور اگر دل گھبرائے تو مدینہ شریف

چلے جانا۔ جمعہ کے روز ہم سے ملاقات ہوا کرے گی۔“۔۔۔ خدا معلوم اس مردِ حق آگاہ کیلئے اس جملہ کی کیا حقیقت تھی۔ لو یہ تمہارا حصہ ہے۔ اور پھر سب سے بڑی عقل سے ماورِ ابات حجاز مقدس سے ہزاروں میل دور ہندوستان میں بیٹھ کر یہ فرمانا کہ۔۔۔ جمعہ کے روز مدینہ شریف میں ہم سے ملاقات ہوا کرے گی۔۔۔ ہدایت اور رہنمائی کا یہ طریقہ کہاں نظر آئے گا۔

ہر مذہب و ملت کے پیروکار داخل سلسلہ وارثیہ ہوئے کسی غیر مسلم سے کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنا مذہب چھوڑ دو بلکہ آپ ایسی ہدایت اور رہنمائی فرماتے کہ وہ خود بخود موحّد بن کر روحانی زندگی کی طرف دوڑا چلا آتا۔

عیسائیوں کو آپ کی زندگی میں حضرت عیسیٰؑ کا پرتو نظر آتا۔ ہندو آپ کو شری کرشن کا اوتار سمجھتے اور آپ کے ہم عصر بزرگ آپ کو پرانے اولیاء اللہ کا ہم پلہ جانتے تھے۔ آپ جس قدر پرانے خیالات کے لوگوں میں مقبول تھے اسی قدر اہل علم و خصوصاً انگریزی داں طبقہ میں محبوب تھے۔ آپ پہلے صوفی درویش تھے جو سمندر پار کر کے یورپ تشریف لے گئے اور وہاں روحانیت کا درس دیا۔

ہست بسیار اہل حال از صوفیاں

نادر است اہل مقام اندرمیاں (مولانا روم)

آپ مملکت صوفیا کے فرمانروا تھے۔ آپ نے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو اس مقدس سلسلہ عالیہ میں داخل کر کے وہ خاموش عمل کیا جو زبان اور تلواریں سے بھی ناممکن تھا۔ آپ کا مقصد حیات صرف اور صرف محبت کی تعلیم تھی اور آپ نے یہ تعلیم یوں دی کہ آپ خود سراپا محبت تھے۔ آپ کی تعلیمات کا نچوڑ آپ کے اس ارشاد میں ہے ”میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے“ ہر مذہب و ملت کے انسان کو محبت کا عملی درس دے کر خواہشات دنیاوی کو فتح کر کے اپنی ہستی کو ذات حق تعالیٰ میں فنا کر کے آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ رحمن کے بندے اس کی صفات کے واقعی مظہر ہوتے ہیں۔ سیدنا حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اویسیہ چونکہ آئمہ اہل بیت سے تھی اس لئے یہ سلسلہ طریقت اس قوی نسبت کے سبب قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة ولکم فیہا ما تشہی انفسکم
ولکم فیہا ما تدعون۔ (القرآن)

ترجمہ: ہم دنیا میں بھی تمہارے ساتھ تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق اور ہاں جس نعمت کو

تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو مانگو گے پاؤ گے۔

و ربك يخلق ما يشاء و يختار ط

تیرا رب جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔

سیدنا حافظ و حاجی وارث علی شاہؒ نے اپنے اجداد کی سنت ادا کرتے ہوئے ۳۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۹۰۵ء بروز بدھ تعینات کی سرحد کو عبور کر کے نقطہ سرمدیت و حقیقت کا سفر اختیار فرمایا۔

پس چرا شد آفتاب اندر حجاب

۱۳۲۳ھ

آج بھی وہ آفتاب ولایت -- دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی (یو۔ پی۔ بھارت) میں پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ اسی آفتاب کی کرنیں پاکستان میں بر آستانہ عالیہ حافظ فقیر حاجی اکمل شاہ وارثی چھپر شریف ضلع راولپنڈی جلوہ نما ہیں۔ اسی آفتاب ولایت کی چلتی پھرتی شبیہ حاجی فقیر عزت شاہ وارثیؒ کی صورت میں ہم میں موجود ہے۔

والله يختص برحمته من يشاء

اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے۔

ورفعنا لک ذکرک
جس نے ایک بچی کی اچھی تعلیم و تربیت کی اس نے پوری قوم پر احسان کیا۔

چراغ علم جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
اندھیروں سے اجالوں کی طرف

جامعہ ضیاء المصطفیٰ علیہ السلام للبنات

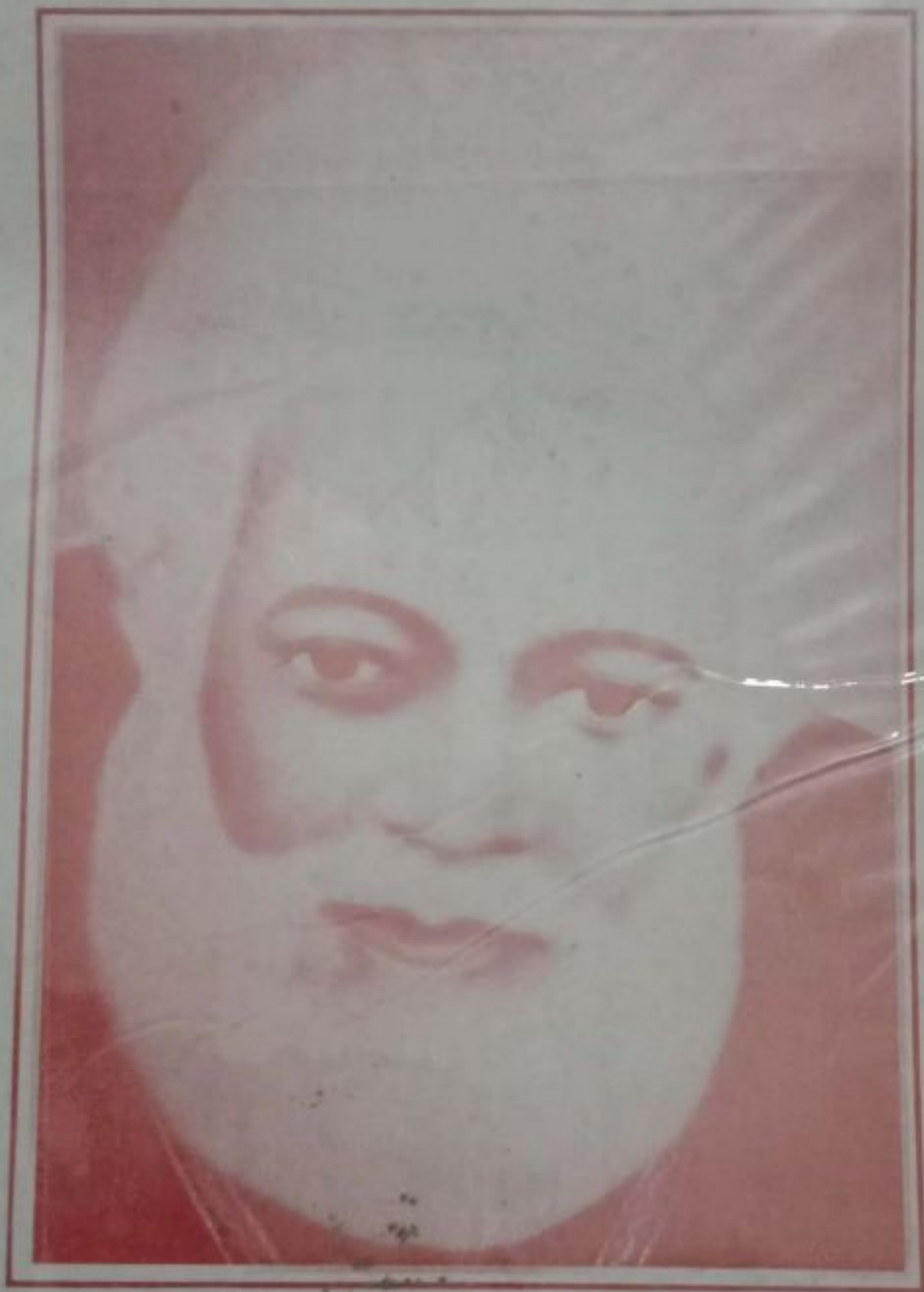
طور ضلع جہلم

مصطفائی نظام علم و حکمت کے تحت تعلیم و تربیت

شعبہ جات

- ☆ شعبہ حفظ و ناظرہ قرآن مجید۔
- ☆ درس نظامی (قرآن و حدیث کی تعلیم)۔
- ☆ انٹرمیڈیٹ کلاسز۔
- ☆ مستقبل میں کمپیوٹر و ووکیشنل ٹریننگ کا پروگرام۔
- ☆ طالبات کی رہائش و طعام کا بہترین انتظام۔
- ☆ اپنی مدد آپ کے تحت خوبصورت ڈیزائن کے تحت عمارت کی تعمیر
- ☆ کشادہ لان - ایجوکیشن بلاک - رہائشی بلاک

برائے رابطہ: حافظ عبدالرحمن جامی ناظم اعلیٰ ادارہ ہذا۔ فون 658558



سرکار عالم پناه

سیدنا حافظ حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز